السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ما تقول ایہا السادة العلماء! لمن یصرف ملاک الاموال زکاة اموالھم وصدقة فطرھم بانفسھم الی الفقرآء والمساکین وغیرھم من المصارف کیف شاؤوا او یجب علیھم ان یدفعوہا الی الامام او یطلب منھم الامام ویصرفہا بنفسہ او بنائبہ الی مصارفہا؟ وکیف کانت العادة جاریة فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین بینوا توجروا "

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ مال کی زکوۃ اور عشر اور عید کا صدقہ ہر نکالنے والا اپنے طور پر غربا و مساکین کو بانٹ دے یا اپنے سردار کے حوالے کردے یا سردار خود طلب کرکے اپنے طور پر تقسیم کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین کے عہد شریف میں کیا دستور تھا؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زکوۃ اور عید کا صدقہ زکوۃ دینے والا اور صدقہ نکالنے والا اپنے طور پر غربا و مساکین کو نہ بانٹے بلکہ اپنے سردار یا اس کے نائب کے حوالے کردے یا سردار خود طلب کرکے اپنے طور پر اس کو تقسیم کروادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین کے عہد شریف میں یہی دستور تھا۔

مشکوۃ شریف کی کتاب الزکوۃ کی فصل اول میں ہے۔

" عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا الی الیمن فقال: ((انک تاتی قوما اہل کتاب فادعھم الی شھادة ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ہم اطاعوا لذلک فاعلمھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوات فی الیوم واللیلة فان ہم اطاعوا لذلک فاعلمھم ان اللہ قد فرض علیھم صدقة توخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم "[1] (الحدیث)

(ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب کے پاس جاتے ہو پہلے ان کو یہ ہدایت کرو کہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ خدا کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ تعلیم کرنا کہ اللہ نے ان پر رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو یہ سکھانا کہ اللہ پاک نے ان پر زکات[2] بھی فرض کی ہے کہ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقیروں کو بانٹی جائے) فتح الباری 3/284 چھاپہ مصر) میں ہے۔

قولہ: ((توخذ من اغنیائھم)) استدل بہ علی ان الامام ھو الذی یتولی قبض الزکوة وصرفہا اما بنفسہ واما بنائبہ فمن امتنع منہا اخذت منہ قہرا انتہی[3] انتہی

(یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے مال داروں سے لی جائے اور ان کے فقیروں کو بانٹی جائے دلیل ہے کہ سردار ہی زکات کے لینے اور اس کے بانٹنے کا مالک ہے خود سردار ہی تحصیل کرے یا اپنے نائب کے ذریعے سے تحصیل کرائے تو جو شخص تحصیل دار کو نہ دے اس سے جبراً لی جائے گی۔ الخ۔)

"التلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر" ص: 178) میں ہے۔

"حدیث سعد بن أبی وقاص وأبا ہریرة وأبا سعید الخدري سئلوا عن الصرف الی الولاة الجائرین فأمروا بہ سعید بن منصور عن عطاف بن خالد وابی معاویة وابن ابی شیبة عن بشر بن المفضل ثلاثتھم وعن سھیل بن أبی صالح عن أبیہ قال: "اجتمع عندي نفقة فیھا صدقة- یعني بلغت نصاب الزکاة- فسألت سعد بن أبی وقاص وابن عمر وأبا ہریرة وأبا سعید الخدري أن أقسمہا أو أدفعہا الی السلطان، فأمروني جمیعا أن أدفعہا الی السلطان ما اختلف علی منھم أحد". وفی روایة فقلت لھم: "ہذا السلطان یفعل ما ترون فأدفع الیھم زکاتي؟ فقالوا کلھم: نعم فادفعھا". رواہما الامام سعید بن منصور فی مسندہ الی آخر

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظالم سرداروں کو زکات دینے کا فتوی پوچھا گیا تو ان لوگوں نے ان کو زکات دینے کا حکم کیا۔ اس کو سعید بن منصور نے عطاف بن خالد ابو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ سے بشر بن مفضل سے روایت کیا ہے اور تینوں نے سہیل بن ابو صلح سے روایت کی ہے اور سہیل نے اپنے ابو صالح سے کہ میرے پاس اتنا مال ہو گیا تھا جس پر زکات فرض ہوتی ہے تو میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں خود اس کو بانٹ دوں یا سردار کے حوالے کروں؟ تو کسی نے اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا کہ سردار کے حوالے کرو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا کہ یہ سردار جو کچھ کرتے ہیں وہ تو آپ دیکھتے ہی ہیں اس پر بھی اپنی زکات ان کے حوالے کردوں؟ فرمایا: ہاں اس کو بیہقی نے ان لوگوں سے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے روایت کیا ہے۔

اور ابن ابی شیبہ سے قزعہ کی سند سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں مال دار ہوں پس اس کی زکات کس کو دوں؟ کہا کہ ان لوگوں کے حوالے کر یعنی سرداروں کے۔ میں نے کہا کہ وہ تو اس کو اپنے کپڑے اور خوشبو میں خرچ کر ڈالیں گے کہا تمہاری بلا سے۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نافع کی سند سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کی زکات ان سرداروں کے حوالے کرو جن کو اللہ نے تمہارے کام کا والی بنایا ہے جو سردار نیک برتاؤ کرے گا اپنا بھلا کرے گا جو برا برتاؤ کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

اسی باب میں ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے خیثمہ سے جو روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زکات کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ وہ سرداروں کے حوالے کرو پھر اس کے بعد ان سے پوچھا تو کہا کہ ان کو مت دے کیوں کہ انھوں نے نماز کو ضائع کر ڈالا مگر یہ روایت ضعیف ہے اس میں راوی جابر جعفی بہت ہی ضعیف ہے۔

اس امر کی دلیل کہ سردار کیسا ہی ہو مگر زکات اسی کو دینا چاہیے وہ حدیث ہے جس کو مسلم نے جریر سے مرفوعاً روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زکات لینے والوں کو راضی رکھو۔" یہ اس وقت فرمایا تھا جب بدوؤں نے نالش کی تھی زکات لینے والے اگر ہم پر ظلم کرتے ہیں اور ابو داؤد نے جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے "قریب ہے تمھارے پاس ظالم تحصیل دار آئیں گے وہ جب آئیں تمھارے پاس تو تم ان کو خوش کرو اور وہ جو چاہیں ان کو لینے دو۔ اگر وہ انصاف کریں گے تو اپنا بھلا کریں گے اور بے انصافی کریں گے تو اس کا وبال انھیں پر ہے بہر حال ان کو راضی رکھو۔ کیوں کہ تمھاری زکات کا پورا ہونا ان کو راضی رکھنے میں ہے۔" اور طبرانی نے اوسط میں سعد بن ابی وقاص سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ "اس زکات کو سردار کے حوالے کرو جب تک وہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں۔" اور احمد اور حارث اور ابن وہب نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں زکات آپ کے تحصیل دار کے حوالے کردوں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بری ہو جاؤں گا۔ فرمایا: "ہاں اور تیرے لیے اس کا ثواب ہے اور اس کا گناہ اس پر ہے جو اس کو بدل ڈالے۔"

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدقہ فطر دو دن پہلے اس شخص کے پاس بھیج دیا کرتے تھے جس کے پاس فطرہ جمع کیا جاتا تھا اس کو امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں دو دن یا تین دن ہے۔ اور بخاری کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید الفطر سے ایک یا دو دن قبل صدقہ فطر لینے والوں کو دے دیا کرتے تھے)

فتح الباری میں ہے۔

"وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یعطیہا للذین یقبلونہا، وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم أو یومین "قال الحافظ "یعطیہا للذین یقبلونہا: أي الذي ینصبہ الإمام لقبضہا؛ وبہ جزم ابن بطال، وقال ابن التیمي: معناہ من قال أنا فقیر، والأول أظہر، ویؤیدہ ما وقع في نسخۃ الصغاني عقب الحدیث "قال أبو عبد اللہ ہو المصنف: کانوا یعطون للجمع لا للفقراء "وقد وقع في روایۃ ابن خزیمۃ من طریق عبد الوارث عن أیوب "قلت متی کان ابن عمر یعطي؟ قال: إذا قعد العامل. قلت متی یقعد العامل؟ قال قبل الفطر بیوم أو یومین "ولمالک في الموطأ عن نافع "أن ابن عمر کان یبعث زکاۃ الفطر إلی الذي یجمع عندہ قبل الفطر بیومین أو ثلاثۃ" انتہی وأخرجہ الشافعي عنہ وقال ہذا حسن وأنا استحبہ یعني تعجیلہا قبل الیوم الفطر وفي الحدیث بعث الإمام العمال لجبایۃ الزکاۃ"[4]

(راوی کا یہ قول ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدقہ فطر لینے والوں کو دے دیا کرتے تھے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس شخص کے حوالے کر دیا کرتے تھے جس کو امام نے فطرہ تحصیلنے کے لیے مقرر کیا تھا اور ابن بطال نے بھی یہی معنی سمجھا ہے اور ابن تیمی نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو اپنے کو فقیر کہتا ہو۔ اس کو دے دیتے اور پہلی بات (کہ تحصیل دار کو دے دیا کرتے تھے) زیادہ صاف ہے اور وہ روایت اس معنی کی تائید کرتی ہے جو صغانی کے نسخے میں اسی حدیث کے پیچھے ہے کہ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ وہ لوگ جمع کرنے کے لیے دے دیتے تھے نہ کہ فقیروں کو بانٹ دیتے تھے اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ عبد الوارث کی سند سے ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب دیتے تھے۔ کہا: تحصیل دار جب تحصیلنے کے لیے بیٹھتا میں نے پوچھا تحصیل دار کب بیٹھتا تھا کہا: عید کے دو ایک دن قبل اور امام مالک کی موطا میں نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے دو تین دن پہلے ہی زکات فطر اس کے پاس بھیج دیا کرتے تھے جس کے پاس جمع ہوتا تھا اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انھیں سے روایت کی ہے۔

اور کہا ہے کہ یہ بہتر ہے اور ہم عید سے پہلے صدقہ فطر تحصیل دار کے پاس بھیج دینے کو مستحب جانتے ہیں۔ نیز حدیث میں امام کے وصول زکات کے لیے عاملین کو بھیجنے کا بھی ذکر موجود ہے)

ایضاً(3/285)میں ہے۔

"وفیہ بعث السعاۃ لأخذ الزکاۃ"

(اس حدیث سے بھی تحصیل داروں کو زکات تحصیلنے کے لیے بھیجنا ثابت ہے)

"التلخیص الجبیر"(ص176)میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین تحصیل داروں کو زکات تحصیلنے کے لیے بھیجا کرتے تھے یہ مشہور بات ہے چنانچہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ تحصیلنے کے لیے بھیجا اور صحیحین میں ابی حمید کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکات تحصیلنے کے لیے بھیجا اور امام احمد کی مسند میں ہے کہ آپ نے ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکات کی تحصیل کرنے کے لیے بھیجا اور اسی میں ہے کہ آپ نے عقبہ بن عامر کو زکات کی تحصیل کرنے کے لیے بھیجا۔

اور اسی میں قرہ بن دعموص سے روایت کی ہے کہ آپ ضحاک بن قیس کو زکات کی تحصیل کرنے کے لیے بھیجا اور حاکم کی مستدرک میں ہے کہ انھوں نے قیس بن سعد کو زکات کی تحصیل کرنے کے لیے بھیجا اور اسی میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زکات والوں کے پاس بھیجا اور ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق کے پاس زکات تحصیلنے کے لیے بھیجا اور بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحصیل دار کو زکات کے تحصیلنے کے لیے بھیجا کرتے تھے اس کو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سعد سے انھوں نے زہری سے روایت کی ہے اور اس قدر زیادہ کہا ہے کہ اس کی تحصیل میں کسی سال دیر نہیں کرتے تھے اور شافعی نے قدیم قول میں کہا ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عام الرماد میں زکات کے لیے تحصیل دار بھیجنا اٹھا رکھا تو پھر دوسرے سال تحصیل دار بھیج کر دونوں سال کی زکات وصول کرائی اور ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ تحصیلنے والے کو عرب کی طرف ہجرت کے نویں سال محرم کے شروع مہینے میں بھیجا اور یہ امام واقدی کے مغازی میں ان کی اسناد سے مفصل مذکور ہے)

امام شوکانی "السیل الجرار"(2/80)میں لکھتے ہیں۔

(زکات تحصیلنے کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک و شبہ حاصل تھا اور آپ تحصیل دار زکات تحصیلنے کے لیے بھیجا کرتے تھے اور جن پر زکات فرض ہوتی ہے ان کو حکم فرماتے تھے کہ تحصیل داروں کو دو اور ان کو راضی

رکھواوران کی سختی کو برداشت کرواوران کی اطاعت کرواور زمانہ نبوت میں کبھی یہ بات نہیں کی گئی کہ کسی تحض نے یا کسی بستی والوں نے بغیر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زکات خود بانٹی ہواور یہ ایسی بات ہے۔ جس کا ایسا شخص انکار نہیں کر سکتا جس کو سیرت نبویہ اور سنت مطہرہ کی معرفت ہے اور باس ہمہ اس کے ترک پر آدھا مال چھین لینے کی دھمکی و سزا بھی ہے مالک مال کو تحصیل داروں سے تھوڑا مال بھی چھپانے کی اجازت نہیں ہے باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے تحصیل داروں کی زیادتی بھی بیان کی اور اگر لوگوں کو مال زکات بانٹنے کا خود اختیار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ضرور اس کی اجازت دیتے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکات میں سے اس کے تحصیل دار کا بھی ایک حصہ مقرر فرمایا ہے تو یہ کہنا زکات کے بانٹنے کا اختیار اس کے مالک کو ہے زکات کے مصرفوں میں سے ایک ایسی مصرف کو بیکار کر دینا ہے جس کی صراحت خود خدا نے قرآن مجید میں فرمادی ہے اور نیز بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکات تحصیلنے کے لیے بھیجا تو انھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس زکات نہیں دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو زکات دینا اس وجہ سے منظور کرتا ہے کہ وہ ایک غریب آدمی تھا اللہ و رسول نے اس کو مال دار کر دیا اور خالد پر تو تم خوامخواہ زبردستی کرتے ہو اس نے تو اپنی ساری زرہیں اور کل اسباب فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ باقی عباس کی زکات تو وہ زکات اور اسی قدر اور بھی میرے ذمہ ہے پھر فرمایا: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم کو خبر ہے کہ چچا باپ ہی کے مثل ہے اور یہ حدیث اس بات کی خاص دلیل ہے کہ زکات بانٹنے کا اختیار مالک مال کو نہیں ہے بلکہ مالک مال پر واجب ہے کہ زکات سردار یا اس کے نائب کے حوالے کر دے اگر مالک مال کو اختیار ہوتا تو اس کو زکات کے مصرفوں میں خود تقسیم کرنے کا ضرور اختیار ہوتا اور اس کی قبولیت سردار کے پاس اور اس کے نائب کے حوالے کر دینے پر موقوف نہ ہوتی اور نہ سردار کو یہ حق ہوتا کہ جو اپنی زکات سردار کے حوالے نہ کرے اس کو عتاب کرے کیوں کر ہو سکتا ہے جس نے اپنی زکات سردار یا ان کے نائب کو نہ دی اس نے خود زکات کے مصرفوں میں بانٹ دیا ہو اور بھی امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیل الجرار میں فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ بات ہرگز دلائل سے ثابت نہیں کہ مالک اپنی زکات خود بانٹ دیا کرتا ہو اور اس بیان سے وہ شبہ دور ہو گیا جلال الدین نے اسی بیان میں اس شرح میں لکھا ہے کیوں کہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو معارضہ کے قابل ہو اور یہ بھی سیل الجرار میں ہے کہ جب یہ بات ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوئی تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جو دستور آپ کے زمانہ شریف میں تھا۔ آپ کے بعد بھی وہی دستور اماموں کے بعد بھی رہا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جو بخاری و مسلم وغیرہما میں ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریب ہے کہ میرے بعد خرابیاں اور ایسے کام ہوں گے جن کو تم ناپسند کرو گے۔ "لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اس وقت کے لیے آپ ہم لوگوں سے کیا فرماتے ہیں فرمایا: "سرداروں کا جو حق تم پر ہے اس کو ادا کیے جاؤ اور اپنا حق جو سردار پر ہے اس کو خدا سے مانگو۔" دوسری دلیل یہ ہے جو مسلم وغیرہ نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک شخص آپ سے پوچھتا تھا کہ جب سردار لوگ ہمارا حق ادا نہ کریں اور اپنا حق ہم سے مانگیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا: ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہو اس لیے کہ سرداروں پر جو تمھارا حق ہے اس کی جواب دہی ان کے ذمہ ہے اور اس مسئلے میں اور بھی حدیثیں ہیں جب تم نے یہ مسئلہ جان لیا تو یہ بھی جان لو کہ امام کو کل قسم کے صدقے حوالے کر دینے واجب ہیں ہاں اگر سردار مالک مال کو بانٹنے کی اجازت دے تو اس کو خود بانٹ دینا درست ہے۔

لیکن اسے یوں مقید کرنا کہ امام کا اس ملک میں امر و نہی نافذ ہوتا ہو جس میں مال کا مالک رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ من جملہ اللہ کے ان اموال کے ہے جن کو ان کے مصارف میں صرف کیا جاتا ہے وہ مصارف جن میں بلاد و عباد کی طرف سے ادا کرنا بھی شامل ہے۔ جن اس علاقے میں امام کا حکم نہ چلتا ہو تو ہو اس سے عاجز ہوگا۔ لیکن جب اس کی ولایت صحیح ہو اور قابل اعتماد مسلمانوں نے اس کی بیعت کر رکھی ہو تو اس کی اطاعت کرنا ہر اس شخص پر واجب ہوگی جسے اس کی دعوت پہنچی ہو۔ من جملہ اطاعت کے اس کی نصرت و تائید کرنا بھی ہے اور اس میں اس چیز کا اس طرف لوٹانا بھی شامل ہے جس کا اس نے حکم دیا ہے اس امام پر لازم ہے کہ وہ اس علاقے کے لوگوں کی حمایت پر قائم ہو اور ان کے دشمنوں کو مقدور بھر ان سے دور کرے پھر وہ اس بات میں عاجز شمار نہ ہوگا کہ وہ اس علاقے کے اغنیا سے زکات وصول کرے اور وہاں کے فقرا میں صرف و خرچ کر دے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔ رہا ان کا یہ قول: تو جس نے طلب کے بعد (زکات) نکالی تو اس سے وہ کفایت نہ کرے گی اگرچہ وہ جاہل ہو۔ اس کے بعد اس کے لیے کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ ہم نے تمھارے سامنے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ ان دلائل کے ساتھ اس کا معاملہ امام کے سپرد ہے بلکہ جس شخص نے اس (امام) کی اجازت کے بغیر اس کے غیر کو ادا کی اس سے وہ کفایت نہ کرے گی اکثر آئمہ کی طرف سے یہ بات تو معلوم ہے کہ اہل علم و صلاح کا لوگوں کے اپنی زکات کو اس کے مصارف میں صرف کرنے کے عمل کو ان کے سپرد کرنا امام کی طرف سے اجازت ہی کے حکم میں ہے۔ یہ مثل ان کی عادت کے ہو جائے گا اور یہ ان کے لیے اجازت ہی کے مرتبے میں ہے اگرچہ صراحتاً اجازت واقع نہ ہوئی ہو)

---

[1]۔ صحیح البخاری رقم الحدیث (1331) صحیح مسلم رقم الحدیث (1733) مشکاۃ المصابیح (399/1)

[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد زکاۃ کو ذکر فرمایا اور ایسے ہی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اکثر جگہ (أَقِيمُوا الصَّلاةَ) کے بعد (وَآتُوا الزَّكَاةَ) فرمایا ہے اس میں ایک نکتہ اور بھید ہے یعنی جیسا کہ نماز فرض اکیلے اکیلے پڑھنا درست نہیں ویسا ہی زکاۃ کو اکیلے اکیلے اپنے طور پر ادا کرنا درست نہیں جیسا کہ نماز فرض جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے ادا کرنا چاہیے ویسا ہی زکات کو امام کے حوالے کرنا چاہیے خود بانٹنا درست نہیں ابو الحسنات عفی عنہ۔

[3]فتح الباری (360/3)

[4]۔فتح الباری (376/3)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب الزکاۃ والصدقات، صفحہ: 338

محدث فتویٰ